اور یہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں
(سورۃ النساء:۲۱)

نکاح و طلاق

(دیکھنا گھر ٹوٹنے نہ پائے)

مصنّف

جناب امان اللہ اسماعیل صاحب

پسند فرمودہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ

ناشر
بن حورا ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ
D23-B سائٹ ایریا، کراچی

وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿٢١﴾

اور یہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں (نساء:۲۱)

نکاح و طلاق

(دیکھنا گھر ٹوٹنے نہ پائے)

NIKAH WA TALAQ

Amanullah Ismail

مصنف

جناب امان اللہ اسماعیل صاحب

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	**نکاح و طلاق**
مؤلف	:	حاجی امان اللہ اسماعیل صاحب
تقریظ	:	مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم
رائے گرامی	:	مفتی عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم
پیش لفظ	:	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب
کمپوزنگ	:	عبدالماجد پراچہ
ناشر	:	بن حور ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

(ملنے کے پتے)

دارالاشاعت اردو بازار کراچی

فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی

ادارۃُ الانور نیوٹاؤن کراچی

مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

انتساب

دین کی تفہیم و تعلیم کے لئے جو کچھ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے، وہ سب کچھ میری عظیم والدہ کی تربیت اور دعاؤں کی برکت ہے، ان ہی کی دعاؤں نے مجھے اس قابل کیا کہ میں چند کلمات لکھ سکوں اس لئے میں اپنی یہ کتاب ان ہی سے منسوب کرتا ہوں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجامعة البنورية العالمية
BINORIA UNIVERSITY INTERNATIONAL

Ref: 786/Misc/13 Date: 17/06/2013

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ نُصَلِّی عَلٰی رسول الکریم

امابعد!

محترم جناب امان اللہ اسماعیل صاحب معاشرہ کے سدھار کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں، اس سے قبل بھی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جسے عوام الناس اور اہل علم نے بہت پسند فرمایا، زیر نظر کتاب ''نکاح و طلاق'' کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، میں نے بذات خود اس کا مطالعہ کیا، یقیناً اس دور میں گھریلو معاملات آئے روز پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں اسی درد کو سامنے رکھتے ہوئے امان اللہ صاحب نے اس کتاب کو مرتب کیا جو قابل تحسین ہے۔

اس حوالہ سے میں کچھ باتوں کی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں:

① عدالتوں کے آس پاس عرضی نویسوں کے متعلق ہے کہ بعض ناسمجھ

لوگ ان کے پاس طلاق وغیرہ کے لئے تحریر لکھوانے آتے ہیں۔ عرضی نویس فوری طور پر رقم بٹورنے کی خاطر فوراً تین طلاق کی تحریر بنا دیتے ہیں، حالانکہ اس بچارے نے ایک طلاق دی ہوتی ہے اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۲ بعض افراد اپنی بیوی کو ایک طلاق دیتے ہیں، دو چار سال بعد پھر کسی وجہ سے دوبارہ ایک طلاق دے دیتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلی طلاق تو پرانی ہوگئی لہٰذا وہ تو ختم ہوگئی ان دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

معاشرہ میں عورت کے ساتھ جو ناانصافیاں ہو رہی ہیں جس سے گھر اجڑ رہے ہیں، والدین کو اس پر ضرور فکر کرنی چاہیے، والدین اپنی بیٹی کو کس چاہت اور ارمانوں سے رخصت کرتے ہیں اس کا درد والدین محسوس کرتے ہوئے کچھ یوں کہتے ہیں: ''اے بیٹی آج تو ہمارے گلشن کو سنسنا کر کے جا رہی ہے اللہ تیرے سسرال کے گھر کو آباد کرے۔

اے بھولی بھالی بچی! تو ایک منٹ کے لئے بھی ہم سے جدا نہ ہوتی تھی اب اللہ تیرا حامی و ناصر ہو۔

بیٹی! اپنے ماں باپ کے مکان اور در و دیوار کا نقشہ اپنے دل سے محو کر دے، اب آپ کا مکان زندگی بھر کے لئے وہی ہے جہاں تو جا رہی ہے اور آپ کے بزرگ اور سرپرست اور ہمدرد اور خیر خواہ وہی لوگ

ہیں، جس کے سپرد میں نے تجھے کیا۔ محترم قارئین ان الفاظوں کو ذرا ذہن میں رکھیۓ اور حالات کا جائزہ لیں تو مصنف کے درد کا اندازہ ہوگا کہ انہوں نے یہ کتاب کس ذوق اور شوق سے تحریر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو طویل زندگی عنایت اور کتاب کو ہم سب کے لئے نافع بنائے۔

قارئین کتاب پڑھ کر کم از کم ایک مرتبہ مصنف کے لئے ہاتھ اٹھا کر ضرور دعا فرما دیں۔

بندہ

مفتی محمد نعیم

مہتمم: الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

سائٹ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے گرامی

نکاح: تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ یہ دو خاندانوں کے درمیان ملاپ کا بہترین ذریعہ ہے۔ معاشرے میں عفت اور پاکدامنی والی زندگی، پرسکون اور عزت والی زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے۔ بالکل اس کے بالمقابل ''طلاق'' دو خاندانوں میں لڑائی جھگڑے اور ان کے درمیان جدائی کا بہت بڑا سبب ہے اور اللہ کے نزدیک جائز کاموں میں سے سب سے بُرا کام ''طلاق'' ہے۔ لیکن آج ہم نے نکاح کو معاشرے کی فضول رسومات میں جکڑ کر مشکل ترین بنادیا ہے اور طلاق کو بے موقع اور غلط طریقے پر استعمال کر کے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی زندگی کو عذاب میں مبتلا کردیا ہے۔

انہی دونوں کے بارے میں معاشرے میں جو خرابیاں پائی جا رہی ہیں جناب بھائی امان اللہ اسماعیل صاحب نے ان کو تفصیل سے اس کتابچے میں بیان کیا ہے تاکہ ان خرابیوں سے دور رہ کر اپنی زندگی کو پاکیزہ اور پرسکون اور خوشگوار بنالیں اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عبداللہ میمن

ناظم بیت المکرّم

استاد جامعہ دارالعلوم کراچی

۵ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

فاضل علوم اسلامی/عربی فارسی: ایم اے۔ایل ایل ایم۔پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ: وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

نکاح کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنا ان مقاصد میں سے ہے جن کی اسلام ترغیب دلاتا ہے، نکاح کا تعلق تاحیات دوام اور ہیشگی کے لئے قائم کیا جاتا ہے کہ زوجین یعنی میاں بیوی کے لئے گھر میں ایک ایسا آشیانہ بنانا آسان ہو جائے جس میں وہ دونوں خوش وخرم زندگی گزار سکیں۔ اس کی تروتازگی کے سایوں میں نعمت کی زندگی گزاریں تاکہ ان دونوں کے لئے اپنی اولاد کی نیک پرورش ممکن ہوجائے۔ اس بناء پر میاں بیوی کے مابین تعلق مقدس ترین اور مضبوط ترین تعلقات میں سے ہے۔ اس کے مقدس ہونے پر اس سے بڑی دلیل کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ نے میاں اور بیوی کے درمیان تعلق (نکاح) کو ایک پختہ عہد ''میثاق غلیظ'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿٢١﴾ (نساء:۲۱)

اوران عورتوں نے تم سے پختہ عہد لے لیا۔

لہٰذا جب میاں بیوی کا تعلق اپنا پختہ اور مضبوط ہے تو اس میں رکاوٹ ڈالنا اوراس معاملے کو کمزور بنانا شریعت کی تعلیمات کے منافی ہے۔لہٰذا جو بھی معاملہ اس انداز کا ہو کہ وہ اس تعلق کو کمزور بناتا یا اسے ضعیف کرتا ہوتو وہ اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔

نکاح اور طلاق کے ان مسائل کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو بہت سی بے احتیاطیوں اور معاشرتی اور خاندانی الجھنوں کا حل نکل سکتا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔''نکاح'' جیسے مقدس بندھن پر عمل پیرا ہونے اسے برقرار رکھنے اور طلاق جیسے انتہائی اقدام سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احتیاط اور اعتدال کی راہ اپنائی جائے۔

ہمارے انتہائی محترم ومکرم جناب امام اللہ اسماعیل دین کا درد رکھنے والے پرخلوص اور باعمل انسان ہیں۔وہ اس سے قبل متعدد موضوعات پر اہم کتابیں لکھ چکے ہیں، موصوف کی ہر کتاب قارئین کے لئے ایک نصیحت، ایک پیغام اور دردِ دل کا سامان لئے ہوتی ہے ان کی تحریر کا ہر حرف عبرت ونصیحت کا خزینہ اور حکمت وموعظت کا آئینہ ہوتی ہے، محترم امان اللہ اسماعیل کی تحریروں میں خلوص اور

عقیدت کا عطر شامل ہوتا ہے، ان کی تحریروں کا بنیادی تعلق معاشرتی مسائل تہذیبی اور اخلاقی اقدار، معاملات اور اخلاقیات سے ہے۔

پیش نظر کتاب جس میں ''نکاح و طلاق'' سے متعلق موضوعات کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ تبلیغی اور اصلاحی مقاصد کے تحت لکھی گئی ہے معاشرے میں نکاح و طلاق کے حوالے سے بے احتیاطیوں سے بچنے اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے اسلامی تعلیمات پر عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

یہ اپنے موضوع پر بے حد اہم کتاب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تعلیمات کو پڑھا اور ان پر عمل کیا جائے۔

موصوف نے آغاز کتاب میں اسلام میں نکاح کی فضیلت و اہمیت، اسلام میں خاندانی زندگی کے تصور کے حوالے سے نکاح کی ضرورت و اہمیت موجودہ دور میں اس راہ میں حائل رکاوٹوں کے خاتمے کے لئے تجاویز پیش کرتے ہوئے اصلاح احوال کے لئے قرآن وسنت کے راہنما اصول بیان کئے ہیں۔

خاندانی زندگی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس مقدس رشتے کی بقاء واستحکام پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام میں خاندانی زندگی کے تصور کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے محاسن کا بھی تذکرہ موجود ہے اس حوالے سے مردوزن کی ذمہ داریاں بھی بیان کی گئی

ہیں۔ طلاق جیسے معاشرتی مسئلے پر انتہائی مفید، اصلاحی وچشم کشا بحث کی گئی ہے۔ نیز طلاق کا مسنون طریقہ بیان کرتے ہوئے اس پر عمل پر زور دیا گیا ہے۔ نیز نکاح اور شادی میں رکاوٹ کے اسباب کو بیان کرتے ہوئے اس کے حل کے لئے مفید اور مؤثر اصلاحی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم امان اللہ اسماعیل کی اس قلمی و اصلاحی کاوش کو قبول فرمائے، اسے معاشرتی اصلاح اور تربیت کا ذریعہ بنائے اور فاضل مؤلّف کے لئے اس مختصر، پراثر اور جامع مجموعہ نصائح وعبر کو خزینہ آخرت اور وسیلہ شفاعتِ رسول بنائے۔

پروفیسر ڈاکٹر مولانا حافظ محمد ثانی

۵ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

فہرست مضامین

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ نُصَلِّي عَلٰى اَفْضَلِ الْبَشَرِ وَخَيْرِ الْخَلَائِقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نکاح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام شرائع میں مسنون قرار دیا ہے کیونکہ مخلوق خدا کا زمین میں پھیلنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ انسان تو انسان ہر جاندار کا اللہ تعالیٰ نے جوڑا ہی اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ باہم تسکین حاصل کریں اور توالد اور تناسل کے ذریعہ زمین میں پھیلیں۔ بلکہ اس سائنسی دور میں تو اب نباتات تک کے جوڑے دریافت ہو چکے ہیں اور ان میں بھی نر و مادہ دریافت ہو چکے ہیں۔ تخلیق خداوندی کی ایک عظیم مصلحت ہے کہ جوڑے آپس میں ملیں اور زمین پر اس کی مخلوق پھیلے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (سورہ الذاریات: ۴۹)

ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے۔

چونکہ اس وقت ہمارا موضوع انسانی زندگی کے متعلق ہے اس لئے ہم اسے اسی حد تک محدود رکھیں گے اور ہم الحمدللہ مسلمان بھی ہیں اس لئے اس مضمون میں مسلمان مرد عورت کے آپس کے تعلقات یعنی خاندانی زندگی اور خصوصاً نکاح و طلاق کو موضع اور عائلی زندگی کو زیر بحث لائیں گے تا کہ آج کل کہ اس مادی دور میں مسلمان کو بھی جہاں مادیت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کچھ روحانی اقدار یاد دلائیں۔

لمحہ فکریہ:

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ آج ہم نے بھی شادی بیاہ کے مقدس رشتوں کو مادیت کے بھینٹ چڑھا دیا ہے اور وہ سارے مصالح اور مقاصد جن کو حاصل کرنے کے لئے شریعت نے یہ رشتے مقرر فرمائے تھے ہم نے اپنی دنیوی اغراض کی خاطر پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ ان مقدس رشتوں کو بھی ہم نے منڈی کا مال بنا دیا ہے اور اپنے بچوں کی بولیا اس منڈی میں لگانے لگ گئے ہیں جہیز اور مہر کے نام پر ہم وہ کھیل کھیل رہے ہیں جس کے سامنے پرانے زمانے کی جہالت بھی مات

کھا گئی ہے۔ آج تہذیب کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے شاید اس کی مثال قدیم جاہلانہ تہذیبوں میں بھی ڈھونڈنے سے نہ مل سکے۔

آج جہیز کی لعنت نے مسلمانوں بچیوں کے ارمان چھین لئے ہیں اور ان کے ہزاروں والدین کو یا تو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے یا پھر ان کو بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے ان ساری حقیقتوں کا ادراک کرتے ہوئے کہیں وہ مظلوم عورت اپنے مسائل خود حل کرنے کا رزارِ حیات میں اتری ہے تو کچھ اور برائیوں نے جنم لیا ہے جن کے بیان سے دل وقلم دونوں کانپتے ہیں۔

کرنے کا کام:

اب یہاں پہلا سوال تو یہ ہے کہ ان برائیوں کو کیسے روکا جائے جو تہذیب کے پرفریب نام سے پھیلائی جارہی ہیں۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اس برائی کو روکنے کے لئے کہاں سے شروع کیا جائے۔

ان دونوں سوالوں کا جواب قطعاً آسان نہیں

اس معاشرتی برائی کو ختم کرنے کے لئے تو چومکھی لڑائی لڑنے کی اشد ضرورت تھی، مگر ایسا ہو نہیں رہا نہ ہی ہونے کی کوئی امید ہی نظر آتی ہے، کیونکہ ہم نے ملک ضرور بنالیا مگر قوم نہیں بنائی اور جب

قومیں نہیں بنتیں تو پھر ان قوموں کے پاس ان کے ملک بھی نہیں رہتے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کوئی تیار ہی نہیں پاکستان ہو یا اس کے جیسا کوئی اور ملک جہاں افراد سازی نہیں ہوتی ایسے ملک کے باشندے ایک بھیڑ کا سماں پیش کرتے ہیں نہ ان کی کوئی سمت ہوتی ہے نہ آئیڈیولوجی (Idiology) ہوتی ہے، ایسی قوم کی نئی نسل بکھر جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ایسی قوم کے اچھے اور کریم (Cream) افراد دوسری قوموں میں ضم ہوجاتے ہیں اور یہ قوم عقلمندوں سے بانجھ ہوجاتی ہے۔ کسی کو ہماری بات پر یقین نہ آئے تو باہر ملکوں میں جا کر یکھ لے کتنے بے شمار لوگ ہمارے ملک کے حالات سے مایوس ہوکر دوسرے ملکوں میں جا بسے ہیں اور وہاں وہ اپنی صلاحیتوں سے ان ملکوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں مگر یہاں آنے سے وہ گبھرائے ہوئے ہیں، اور یہاں وہ اپنا مستقبل تارک پاتے ہیں۔

خیر تمہید کچھ لمبی ہوگئی اب یہاں پر اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہم جو کچھ کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر فرد اپنی ذات سے شروع کرے جس تک میری یہ دل کی آواز پہنچے وہ یہ عہد کرلے کہ وہ آئندہ اپنے بیٹوں کے لئے جہیز کا مطالبہ نہیں کرے گا اور شادی و بیاہ کی غلط رسومات کو ترک کردے گا اس طرح چراغ سے چراغ جلتا جائے گا جہاں بھی

موقعہ ہو ہر مجلس و ہر محفل میں معاشرتی برائیوں کی مذمّت کرنی چاہئے اور نکاح و اسلامی تہذیب کے محاسن بیان کئے جانے چاہئیں۔ اگر ہم اس کام کو اپنا مشن بنالیں گے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں امید کا کوئی چراغ جل اٹھے۔

امان اللہ اسماعیل
۲۵۔۹۔۲۰۰۸ء
۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

نکاح کے فضائل

جیسا کہ ہر کسی کا رات دن کا مشاہدہ ہے کہ ان ناجائز اور فضول خرچیوں پر مبنی رسومات کی بدولت اب کہیں لڑکیاں جہیز کے مطالبے کی وجہ سے تو کہیں لڑکے مہر کے ناجائز مطالبے کی وجہ سے نکاح کرنے ہی سے گریز کرنے لگے ہیں، جب ایسا عام ہونے لگے گا تو مسلمان معاشرے میں کتنا بڑا فساد پھیلے گا اس کے تصور ہی سے دل کانپ جاتا ہے، مرد اور عورت کا آپس کا ملاپ ایک فطری تقاضہ ہے، جب اس کے جائز راستے بند ہو جائیں گے تو یہ فطری تقاضہ اپنا راستہ خود بنائے گا اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں جو ناجائز تعلقات پھلیں گے اس کو پھر کیسے روکا جاسکے گا اور اس فساد کا ذمہ دار کون ہوگا، اس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔

کیا اس خطرناک رجحان کی ذمہ داری ان پر نہیں آئے گی جن لوگوں نے شادی بیاہ کی ہندوانہ رسومات کو مسلمانوں کے معاشرے میں پروان چڑھایا ہے، یقیناً انہیں لوگوں پر آئے گی اور وہ قیامت میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوں گے ہی یہاں دنیا میں بھی اس عذاب کا مزہ

ضرور چکھیں گے وہ اس طرح کہ ان کے اپنے بچے و بچیاں بھی اسی فساد کے دلدل میں گریں گے تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے، آپ جیسا کریں گے ویسا ہی بھریں گے، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے یہی مکافات عمل ہے۔

تیری تہذیب خود تیرے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو آشیانہ شاخ نازک پر ہوگا ناپائیدار ہوگا

ایک واقعہ:

جدہ سعودی عرب میں ایک دفعہ میں ایک سڑک کے کنارے سے گزر رہا تھا کیونکہ وہاں سڑک کی کھدائی ہو رہی تھی میں نے دیکھا ایک پاکستانی عمر رسیدہ شخص ہاتھ میں کدال لئے سخت گرمی میں زمین کھود رہا تھا، مجھے اس کو دیکھ کر بڑا ترس آیا میں نے جا کر اس کو سلام کیا اور نام پوچھا اس نے اپنا نام دینو بتایا، میں نے پوچھا پاکستان کے کونسے علاقے سے تعلق ہے؟ اس نے بتایا کراچی سے، میں نے پوچھا بھائی اس عمر میں یہاں سعودی عرب کی سخت گرمی میں کام کرنے کی ایسی کونسی مجبوری تمہیں یہاں لئے آئی ہے؟

جواب میں صرف اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، جو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے، میں نے تسلی دی تو اس نے بتایا بیٹے جوان بیٹیاں گھر

میں ہیں ان کے جہیز اور شادی کے کھانے کے مطالبے نے مجھے یہاں پہنچایا ہے ورنہ اتنے غریب بھی نہیں کہ صرف اپنی روٹی کے لئے اس عمر میں پتھر توڑتے۔ دیکھا آپ نے یہ صرف ایک فرد کا معاملہ نہیں ہے ہر دوسرے گھر کا معاملہ ہے۔

میں نے اسی طرح کراچی میں کئی نوجوانون بچیوں سے نکاح نہ کرنے کے اسباب پوچھے ہیں ان میں نرسیں بھی ہیں تو اسکول ٹیچر اور کئی اور شعبوں سے تعلق رکھنے والی بچیاں بھی ہیں، سب کا مشترکہ جواب ایک تو یہ ہندوانہ رسم ورواج ہیں یا پھر شوہروں کی زیادتیاں ہیں جو ان کو حقوق ہی نہیں دیتے اور ان کے حقوق نہ ملنے میں بھی دخل ان رسومات کا حصہ کچھ زیادہ ہی ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں مندرجہ ذیل سطور میں نکاح کے کچھ فضائل بیان کروں گا اور نکاح سے اعراض پر وعیدیں بھی۔

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں مسنون و ضروری قرار دیا ہے، نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ثابتہ ہے اور اس سنت کو چھوڑنے اور اس سے اعراض برتنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

❀❀❀

❀

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ چار چیزیں سنت رہی ہیں:۔

① حیاء کرنا، ② عطر لگانا، ③ مسواک کرنا، ④ نکاح کرنا

ترمذی شریف کی ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔''

① اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا،

② وہ غلام جو بدلِ کتابت کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو۔

③ اور وہ شخص جو پاکدامن رہنے کے لئے نکاح کرے۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ایک صحابی کے یہ کہنے پر کہ میں زندگی بھر نکاح نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو اب جو شخص میری اس سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں'' (یعنی میری جماعت سے نہیں)

طبری کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''چار چیزیں جس کو مل گئیں تو اسے دنیا و آخرت مل گئی۔

① شکر کرنے والا دل۔

② ذکر کرنے والی زبان۔

③ ایسا جسم جو مصیبت پر صبر کر سکے۔

④ اور ایک ایسی بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔''

اسی طرح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں فرمایا کہ:

''دنیا ایک متاع ہے اور اس میں اچھی متاع نیک بیوی ہے۔'' (مسلم)

قرآن مجید میں بھی سورہ نور آیت نمبر ۳۲، ۳۳ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

وَ اَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَ الصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَ اِمَآئِكُمۡ‌ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۳۲﴾ وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ

(سورہ نور آیت نمبر ۳۲، ۳۳)

(مفہومِ آیات) ''تم میں جو مرد و عورت غیر شادی شدہ ہیں ان کو بھی اور جو غلام لونڈیاں بھی صالح اور نیک ہوں ان کے نکاح کروا دیا کرو اگر وہ غریب

ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علیم ہے اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہئے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کے حالات درست کر دے''۔

قرآنی شورہ:

مندرجہ بالا قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بغیر بیاہی (بغیر شادی شدہ) لوگوں کا نکاح ہو جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا اگر وہ غریب ہوں گے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کو بہت زیادہ حسابی کتابی شادی کے معاملے میں نہیں ہو جانا چاہئے نہ ہی بچوں کے والدین کو رشتہ ڈھونڈتے ہوئے یہ روش اختیار کرنی چاہئے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اگر وہ کہتا ہے تو ضرور جو اس پر بھروسہ کرے گا اس کو غنی کر دے گا۔

مزید اس آیت میں لڑکی والوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ نیک و شریف آدمی ان کے یہاں پیغام نکاح دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کر دیا کریں اور لڑکے والوں کو بھی تلقین ہے کہ وہ خود بھی پہلے بہت زیادہ مالدار ہونے کے خواب نہ دیکھتے پھریں۔

جب ہمارا خالق و مالک ہمیں مشورہ دے رہا ہے تو یقیناً اس میں خیر ہی ہوگی۔ کئی دفعہ یہ بات تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ تنہا شادی نے ہی لوگوں کے حالات کو یکدم تبدیل کردیا ہے انسان پر جب ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے اندر ایک نیا ولولہ پیدا ہو جاتا ہے خود میرے تجربے میں ایسے کئی واقعات آچکے ہیں اور میرا اپنا خود کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

ہاں جہاں کہیں ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جہاں لوگ نکاح کرنے سے پریشان ہوئے وہاں اگر آپ ان کے اسباب کی کھوج لگائیں گے تو ان کے ناکامیاب ہونے کے اسباب میں ان کی اپنی سستی اور ناعاقبت اندیشی اور معاشرے کے غلط رسم ورواج ہی کا دخل ہوگا جس کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

مندرجہ بالا گزارشات کے بعد ہم ذیل میں خاندانی زندگی کی اہمیت پر کلام کریں گے۔

❁

خاندانی زندگی کی اہمیت

قرآن و حدیث میں بڑی وضاحت سے خاندانی زندگی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے مگر ہم بہت زیادہ طوالت میں جائے بغیر مختصراً اس موضوع پر روشنی ڈالیں گے مزید مرد اور عورت میں کس کی کتنی ذمہ داری اور کس کے کیا حقوق ہیں ہم قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اندازِ بیاں کی روشنی میں کچھ کہنا چاہیں گے چونکہ مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اور اس کے عہدہ و پیمان اور شریعت الٰہیہ کے تحت ایک دوسرے کے لئے حلال ہوئے ہیں تو اب ان کو چاہئے کہ اپنی آئندہ زندگی کو بھی اسی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گزاریں اور اس کے عظیم رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور اپنے فرائض و واجبات ادا کرتے رہیں مرد وزن دونوں ہی خدا کے سامنے جواب وہی کا احساس رکھتے ہوں اور ہر ایک حقوق مانگنے کے بجائے حقوق دینے اور ادا کرنے کا جذبہ رکھتا ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ ان کے درمیان کوئی بڑا اختلاف پیدا ہو۔

چنانچہ قرآن کریم میں نکاح کو میثاق غلیظ سے تعبیر کیا گیا ہے:

وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ (نساء،۲۱)

(مفہومِ آیات) ''اور وہ تم سے میثاقِ غلیظ (پختہ عہد) لے چکی ہیں''۔

اس رشتے کو میاں بیوی کے درمیان محبت و الفت اور مودّت و رحمت کا ذریعہ بنایا گیا ہے تاکہ دونوں کو راحت وسکون حاصل ہو اور وہ نہایت خوشگوار زندگی بسر کرسکیں۔

وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ط (روم:۲۱)

(مفہومِ آیات) ''اور اس نے تمہارے درمیان محبت ورحمت پیدا کی''

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ج (اعراف:۲۱)

(مفہومِ آیات) ''اُس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے''۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط (بقرہ:۱۸۷)

(مفہومِ آیات) ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم

ان کے لئے لباس ہو"۔

یعنی تمہارے درمیان نکاح کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ لباس جسم سے متصل ہوتا ہے اسی طرح زوجین کے دل ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ لباس ستر پوشی کرتا ہے، اسی طرح زوجین ایک دوسرے کی ستر پوشی کرتے ہیں۔ لباس خارجی اثرات سے جسم کو بچاتا ہے، اسی طرح زوجین ایک دوسرے کو عزت پر اثرانداز ہونے والی باتوں سے بچاتے ہیں، لباس جسم کے لئے زینت ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ (نساء:۱۹)

(مفہومِ آیات) "اُن کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔"

اگر بیوی میں ایک نقص ہو تو اس کے بالمقابل خوبیوں کے

دوسرے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت خوبصورت نہیں ہوتی۔ لیکن خوب سیرت ہوتی ہے۔ لہٰذا تنگ نظری سے کام لے کر عیوب و نقائص کو دیکھنے کے بجائے وسیع النظری سے کام لے کر اُن اچھائیوں اور خوبیوں کو دیکھنا چاہئے جو ازدواجی زندگی کے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْرُكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ (مسلم)

''کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے۔ اگر اُس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔''

اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ عورتیں عموماً جذباتی ہوتی ہیں اس لئے وہ الجھتی زیادہ ہیں، اس کا کوئی اثر قبول کرنے کی بجائے مرد کو معاملہ فہمی سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ سرپرست ہونے کی حیثیت سے اس کا کام ہی مسائل کو حل کرنا اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانا ہے۔

نبی ﷺ نے بڑے مؤثر انداز میں اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے:

''عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو، کیونکہ انہیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا

حصہ اوپر کا ہوتا ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے
جاؤ گے تو توڑ کر رکھ دو گے اور اس کے حال پر چھوڑ
دو گے تو وہ اپنے حال پر رہے گی۔ اس لئے
عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک ہی کرنا چاہئے۔''

(متفق علیہ)

یہ وہی نسخہ ہے جس پر عمل کر کے ہم اپنی معاشرتی زندگی کو جنت کا نمونہ بنا سکتے ہیں جس میں ہر فرد بڑھ چڑھ کر اپنے حصہ کی ذمہ داریاں ادا کرتا ہو اور ہر کسی کے ساتھ احترام سے پیش آتا ہو۔

مجھے اپنی زندگی میں کئی دفعہ لوگوں کے گھریلو زندگی کے تنازعات اور اختلافات میں ثالث بننے کا اتفاق ہوا ہے، ان سبھی جھگڑوں میں اور باتوں کے علاوہ میں نے ایک بات ضرور مشترک پائی کہ شوہر اپنی بیوی کا احترام نہیں کرتے، ایک مسلمان مرد اپنی بیوی کو کیسے ذلیل کر سکتا ہے وہ اپنے ہی بچوں کے سامنے اگر ان کی ماں کو ذلیل کرے گا اس کو گالیاں دے گا پھر وہ بچے نہ باپ کا احترام کریں گے نہ ماں کا ان دونوں ہی کا مقام بچوں کی نگاہ سے گر جائے گا۔ پھر ان بچوں کی اچھی تربیت ممکن ہی نہیں ایسے خاندان ہی پھر دہشت گرد اور اقدار سے عاری نسل پیدا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جب یہ بیماری عام ہوتی ہے تو پھر جس قوم کے بھی وہ بچے ہوتے ہیں وہ قوم اپنے عروج کا زمانہ کبھی

نہیں دیکھ پاتی۔ نہ ہی ایسے بچے بڑھاپے میں اپنے والدین کا سہارہ بنیں گے اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتے جس کو اپنی حالت بدلنے کا خیال نہیں ہوتا۔

دعا بھی صرف عزائم کا ساتھ دیتی ہے
علاج درد بھی ڈھونڈو فقط دعا نہ کرو

مردوزن کی ذمہ داریاں

قرآن مجید میں واضح طور پر مردوں کو گھر کا سرپرست قرار دیا گیا ہے فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

(نساء:۳۴)

(مفہومِ آیات) ''ہم نے مردوں کو عورتوں کا سربراہ بنایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

سربراہ ہونے کے ناطے مرد کو عورت کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے عورت کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرنا مرد کی ذمہ داری میں شامل ہے، اس لئے مرد اپنی استطاعت کے مطابق عورت کو رہنے کے لئے گھر بھی مہیا کرے گا، الخلاصہ عرف عام میں معروف طریقے سے مرد

عورت کو پورا تحفظ فراہم کرے گا۔

اسی طرح عورت کو چاہئے کہ وہ بھی خوفِ خدا کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ایک نیک شعار اور اطاعت گزار بیوی کی طرح پوری کرے، وہ مرد کی عدم موجودگی میں مرد کے مال اور عزت کی حفاظت کرے اور شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کا احترام بھی ملحوظ رکھے۔

دراصل مرد اور عورت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں، ان دونوں کی رفاقت ہی سے خاندانی زندگی کی گاڑی اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے، اگر ان دونوں میں باہم محبت اور اتفاق ہوگا تو خاندانی زندگی پر اس کے بے حد خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے اور ایسے خاندان میں جو بچے پرورش پائیں گے وہ قوم وملت کے بہترین اثاثہ ثابت ہوں گے۔

بصورت دیگر خاندانی زندگی کے عدم اتفاق سے خاندان برباد ہوتے ہیں، مرد وعورت کے عدم اتفاق کے اثرات بھی اولادوں پر پڑتے ہیں، نتیجتاً پورے معاشرے پر اس کے برے اثرات پڑتے ہیں، پھر ایسے ماحول میں جو اولاد پرورش پاتی ہے وہ ہر اقدار سے عاری ہوتی ہیں، پھر وہ ایک خاندان تو کیا پورے معاشرے کو لے ڈوبتی ہیں بات پھر وقت کی رہ جاتی ہے کہ وہ قوم آج ڈوبتی ہے یا کل۔

اگر کسی کو یقین نہ آئے تو قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں پڑھ لے، ڈھونڈنے سے ان کا سرا خاندانی زندگی کی اصلاح یا

بگاڑ سے ہی ملے گا۔

اسی لئے اسلام نے ایک طرف خاندانی زندگی کی اصلاح اور اس کے انتظام پر غیر معمولی زور دیا ہے تو بچوں کی تربیت کی اہمیت بھی خوب جتائی ہے اور اولاد کی اصلاح اور تربیت کو نظر انداز کرنے والوں کی مذمت بھی فرمائی ہے۔

دوسری طرف بچوں پر اپنے والدین کی فرمانبرداری اور احترام کو واجب قرار دیا ہے تاکہ خاندانی زندگی بندھی رہے، اور اس میں کہیں سے دراڑ نہ پڑنے پائے، کیونکہ یہی وہ دراڑ ہے جس کے بعد فساد پر بندھے ہوئے اس پل کو ٹوٹنے سے نہیں بچایا جاسکتا۔

اس لئے شریعت الٰہی نے خاندانی زندگی کو انتشار کا شکار کرنے یا خراب کرنے والے تقریباً تمام ہی اسباب کا سدِّ باب بڑی سختی سے کیا ہے، یہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ اسلام نے ایسے شخص یا عورت کے بارے میں جہنم کی وعیدیں سنائی ہیں جو کسی میاں بیوی کو باہم برگشتہ یا ان میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

اور طلاق کو بھی کسی ناگزیر حالات کے سوا سخت ناپسند فرمایا ہے بلکہ حدیث شریف میں تو یہاں تک فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ''تمام حلال چیزوں میں کوئی ناپسندیدہ عمل ہے تو وہ طلاق ہے'' مگر طلاق کا ہی اسلام نے ایسا مبارک طریقہ بتایا ہے کہ گویا اگر غور سے دیکھا جائے تو

عقل حیران رہ جاتی ہے کہ طلاق بھی خاندانی زندگی کو تباہی سے بچانے کا ایک آخری ذریعہ ہے اور اگر قانونِ طلاق کو اس کی پوری شرائط اور ضوابط سے نافذ کیا جائے تو شاید ہی کوئی خاندانی زندگی تباہ ہو۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ خاندانی زندگی میں ہر وقت اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں اور خصوصاً ابتدائی ازدواجی زندگی میں ناتجربہ کاری اور کم عقلی کی وجہ سے مرد و عورت بعص ایسے فیصلے کر ڈالتے ہیں جس سے معاملے طلاق تک پہنچ جاتا ہے اور چونکہ قانونِ طلاق سے واقفیت ہوتی نہیں اس لئے طلاق کے اس آخری حل کو اس بے دردی سے استعمال کر دیا جاتا ہے کہ دو پھول جیسے دولہا و دلہن ہمیشہ کے لئے جدا ہو کر رہ جاتے ہیں اور بعد کے لاکھ بچھتاوے کے باوجود دوبارہ مل نہیں پاتے یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں کہ موجودہ مسلمانوں کا معاشرہ جس انحطاط کا شکار ہے جس میں ایک کنواری بچی کا صحیح رشتہ تلاش کرنا جب کوئی آسان کام نہیں تو ایک طلاق یافتہ بچی کے لئے دوسرا رشتہ تلاش کرنا کس قدر مشکل ہو سکتا ہے؟

طلاق کی اگر اس طرح کثرت ہونے لگے تو جو کچھ ہمارے معاشرے پر ایسی بچیوں کا بوجھ پڑے گا جس کو سہارنے کے لئے کسی کے پاس کوئی حل نہیں ہوگا مسلمان شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے جب ایک غلطی کرتا ہے یا اللہ کے کسی قانون کو توڑتا ہے اور نتیجتاً جب اس کے

نقصانات سے دوچار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے
اس پہنچے ہوئے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک قانون اور توڑتا
ہے ایسے غلط اقدام سے وہ ایک ایسے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے
جہاں سے نکلنے کے لئے اسے کوئی راہِ فرار نہیں مل پاتی۔

اسی خاندانی زندگی کے بقاء کی اہمیت جتانے کی خاطر آپ ﷺ نے خود اپنے متعلق فرمایا تاکہ امتیوں کے دلوں میں بھی اس کی اہمیت دوچند ہوجائے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

خیرکم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی

(ترمذی وابن ماجہ)

کہ تم سب میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و
عیال کے لئے بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے اہل
وعیال کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔

کاش آج کے اس مادّی دور میں بھی اور ہزار نافرمانیوں اور غلطیوں کے باوجود بھی مسلمان دامن رسول اللہ ﷺ میں پناہ لینے کے لئے لوٹ آئے یعنی زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اقدار کو اپنانے لگے اور پورے طور پر عمل پیرا ہوجائے اور اپنے ملکوں میں نافذ بھی کرے تو تنزل کے اس دور میں بھی مسلمانوں کی حالت اور کایا پلٹ سکتی ہے۔

طلاق سے بچنے کی قرآنی تدابیر

خاندانی زندگی کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم قانون طلاق کی طرف آتے ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اسلام نے خاندانی زندگی کے بقا پر اگر ایک طرف انتہائی زور دیا ہے تو دوسری طرف اس بات کو بھی نظرانداز نہیں فرمایا اور اس حقیقت کو تسلیم فرمایا ہے کہ کسی ناگزیر حالات کے مدّنظر میاں بیوی اپنی ازدواجی زندگی برقرار رکھ نہ سکتے ہوں تو ان کے درمیان جدائی کی فطری شکلیں بھی بتادی ہیں، اوّل تو طلاق کے آخری حل تک پہنچنے سے پہلے ایک ایسا ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر عمل کرنے کی صورت میں تقریباً تو یہ پوری امید کی جاسکتی تھی کہ طلاق تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ خاندان پھر اتفاق اور رجوع کی طرف لوٹ آئے گا کیونکہ اس پورے عمل (Procedure) میں ایسی حکیمانہ تدابیر سے کام لیا گیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اگر کسی کو حق ہی کی تلاش ہو تو وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایسا قانون طلاق وضع کرنا اور وہ بھی آج سے چودہ سو سال پہلے ایک غیر متمدن علاقے یعنی حجاز کی وادیوں میں کسی انسان کے بس کی

بات نہیں تھی اور یہ کہ کوئی حق کا متلاشی یقیناً یہ پکارے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ ایسا قانون جس کتاب میں نازل ہوا ہے وہ کتاب واقعی اللہ عالم الغیب ہی کی طرف سے اپنے آخری رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔

تدابیر:

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے طلاق تک پہنچنے سے پہلے ایک آخری حل کے طور پر ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے تاکہ ٹوٹتے ہوئے خاندان کو بچانے کے لئے ایک آخری کوشش بھی کر لی جائے ان آیات قرآنیہ کا مفہوم ہم مندرجہ ذیل سطور میں پیش کرتے ہیں پھر اس کی وضاحت اور تشریح بھی بیان کریں گے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَ حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا ﴿۳۵﴾

(سورۃ النساء، ۳۴، ۳۵)

(مفہومِ آیات) مرد عورتوں کے سر پرست ہیں کیونکہ ایسا مرتبہ (مصلحت کے طور پر) اللہ تعالیٰ ایک دوسرے پر دیتا ہے اور یہاں اس لئے بھی کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو نیک بیویاں ہیں وہ بحفاظت خداوندی فرمانبرداری کرنے والیاں اور رازوں کی حفاظت کرنے والیاں ہوتی ہیں (مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا) ہاں جب بیویوں سے تمہیں سرتابی کا ڈر ہو تو ان کو نصیحت کرتے رہو (اگر نہ مانیں) تو پھر ان سے کچھ عرصے کے لئے اپنے سے اسی گھر میں علیحدہ کر دو اگر اس طرح بھی وہ مان کر نا دیں تو ان کو کچھ جسمانی سزا بھی دی جا سکتی ہے پھر اگر وہ اس سرتابی سے باز آجائیں اور تمہاری اطاعت

کرنے لگیں تو ان کے خلاف بلاوجہ بہانے مت
تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند بہت بڑا
ہے۔ (اس کے بعد آگے کی آیت میں فرمایا گیا
ہے) اے مسلمانو! کی جماعت اگر تمہیں قرائن سے
میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف کا ہی اندیشہ
ہوتو ایک ثالث مرد والوں کی طرف سے اور ایک
ثالث عورت والوں کی طرف سے مقرر کرو اگر
دونوں اصلاح کے طالب ہوں گے (یعنی ثالث بھی
اور میاں بیوی بھی) تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان
سازگاری پیدا فرمادے گا بے شک اللہ تعالیٰ علیم و
خبیر ہے۔

قرآن مجید کی آیات پر ادنیٰ غور کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ خاندانی زندگی کے بگاڑ کے ابتدائی مراحل میں مرد کو ان پیچیدگیوں سے نمٹنے کے لئے کیا اسلوب اختیار کرنا چاہئے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ قرآن کریم کا اندازِ بیاں ہے۔

طلاق تک پہنچنے سے پہلے خاندانی زندگی کو بچانے کے لئے جن چار طریقوں کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے وہ یہ ہیں:

① بیوی کی سرتابی کی صورت میں اسے صحیح طریقے سے سمجھاتے رہنا۔

② نہ ماننے کی صورت میں اس سے اپنا بستر اپنے ہی گھر میں الگ کر دینا، تا کہ اس پر ایک طرح کا دباؤ پڑے اور اپنی سرتابی (سرکشی) کو چھوڑ دے۔

③ اب اگر یہ دوسرا نسخہ بھی کارگر ثابت نہ ہوتو پوری خاندانی زندگی کو درہم برہم ہونے سے بچانے کے لئے ناگزیر صورت میں مرد کو اجازت دی گئی ہے کہ خاندانی زندگی کے بقاء کا عظیم مقصد حاصل کرنے کے لئے مرد عورت کو ہلکی سی سزا بھی چاہئے تو دے سکتا ہے۔ اب اگر کام تیسری تدبیر سے بھی نہ چلے اور عورت کسی صورت بھی مان کر نا دے تو ایسی صورت میں بار بار عورت کو مارنا اور گھر کے ماحول کو بچوں وغیرہ کی موجودگی میں اکھاڑہ بنانا کوئی اچھا فعل سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی میاں بیوی میں صلح ہوتی ہوئی نظر نہ آئے اور گھر کی تدابیر سے معاملہ نمٹتا نظر نہ آئے تو مرد و عورت کے خاندان میں سے ایک ایک ثالث مقرر کر کے ایک اور کوشش کر کے دیکھ لی جائے تا کہ خاندانی زندگی اب بھی بچ جائے اور معاملہ مرد و عورت کے درمیان جدائی تک نہ پہنچنے پائے۔

ایک اور صورت حال

مگر ایک اور صورتِ حال بھی خاندانی زندگی میں پیش آتی ہے جہاں پر پورے طور پر مرد کا ہی قصور اور غلطی ہوتی ہے، ایسی صورتِ حال میں شریعت ایسے تنازع کو رفع کرنے کے لئے بھی کچھ ہدایت دیتی ہے اور ان دی ہوئی ہدایات پر اچھی طرح عمل کرلیا جائے تب بھی خاندان کو بکھرنے سے بچایا جاسکتا ہے یا پھر ناگزیر صورتحال میں عورت کو مرد کے چنگل سے آزادی بھی دلائی جاسکتی ہے۔

اس موضوع کو حل کرنے کے لئے ہم نے سورہ نساء، آیات ۱۲۸ تا ۱۳۰ کو منتخب کیا ہے پہلے ہم مندرجہ ذیل سطور میں ان آیات کا مفہوم پیش کریں گے اس کے بعد مستند تفاسیر سے ان کا خلاصہ بیان کریں گے تاکہ موضوع کھل کر سامنے آجائے۔ مفہوم آیات ۱۲۸ تا ۱۳۰:

وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا اَوۡ
اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا
بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ
الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا
فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ﴿۱۲۸﴾ وَ لَنۡ
تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ وَ لَوۡ

حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا
يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

(مفہومِ آیات) اگر کسی کی بیوی کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا عدم توجہی کا اندیشہ ہو تو ان میاں بیوی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ آپس کے اتفاق سے کسی قسم کی صلح کرلیں اور صلح کرلینا ہی بہتر ہے اور انسانوں کے دلوں میں (کچھ نہ کچھ) لالچ کا مادّہ تو ہوتا ہی ہے (اس کے باوجود) اگر احسان اور خداخوفی سے کام لیا جائے تو جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

(ایک ساتھ اور بیویوں کی صورت میں) بیویوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تو تمہارے بس میں نہیں چاہے تم برابری کرنا بھی چاہو البتہ کسی ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری (بیچاری) بیچ

میں ہی لٹکی رہ جائے اور اگر تم اصلاح اور تقویٰ (خدا خوفی) سے کام لو گے تو یقین رکھو اللہ تعالیٰ (ایسی صورت میں) بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی (قدرت اور رحمت کی) وسعت سے دونوں کو (ایک دوسرے کی حاجت سے) بے نیاز کر دے گا اللہ تو بڑی وسعتوں والا اور بڑی حکمت والا ہے۔''

(سورہ نساء، آیات ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، توضیح القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

تشریح

مندرجہ بالا آیات میں دو اختیار دیئے گئے ہیں اور بظاہر یہ دونوں اختیارات میں عورت ہی کو مخاطب سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ شوہر کی عدم توجہی کی صورت میں جدائی کو اختیار کرے یا ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے ہوئے حقوق جو اس کے بنتے ہیں ان میں کمی بیشی کو تسلیم کر لے اور شوہر سے جدا نہ ہو مگر جہاں تک میرا مطالع ہے کیونکہ خاندانی زندگی کے اختلافات میں صلح وصفائی کے مجھے کئی دفعہ فریق بننے کا موقع ملتا ہے، اور چونکہ میرا تعلق حضرت مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ کے ساتھ کافی رہا ہے ان کے پاس تو دن میں یا ہفتہ میں دو چار (کیس) خاندانی معاملات کے بگاڑ کے آہی جاتے ہیں جن میں وہ بڑی حسن وخوبی کے ساتھ ان کو حل کر دیتے ہیں، ان سارے تجربات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مندرجہ بالا آیات پر عمل کے لئے کوئی لگا بندھا اصول نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ ہر فرد یا خاندان کا

معاملہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے اور اس وقت ہی اسے حل کیا جا سکتا ہے جب دونوں فریقوں کے حالات کا پتہ بھی ہو اور دونوں فریق سامنے بھی ہوں، ہوسکتا ہے کہ کوئی ثالث ایسے کسی معاملے میں شوہر کو یہ مشورہ دے کہ چاہے دل لگاؤ تمہارا ایک کی طرف ہے مگر تم جتنی راتیں ایک بیوی کو دے رہے ہو اتنی ہی راتیں اس بیوی کو بھی دو جس سے تمہیں چاہت اتنی نہیں جو دوسری سے ہے، مگر ایسا کرنا تو اس وقت ہی ممکن ہے جب دونوں میاں بیوی ایک ہی جگہ رہتے ہوں یا ایک شہر میں ہوں، لیکن اگر شوہر کسی دوسرے ملک یا شہر میں رہتا ہو تو وہ اس شرط پر کیسے پورا اتر سکتا ہے البتہ خرچ وغیرہ کا معاملہ تو کافی حد تک حل ہوسکتا ہے۔

یہاں پر ایک دوسری حقیقت بھی مدنظر رہنی چاہئے کہ کئی دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کی صرف ایک ہی بیوی ہوتی ہے اس کے باوجود وہ بیچاری عدم توجہی کا شکار ہوتی ہے، اب اس کے دو چار بچے بھی ہوں مگر شوہر اس کی طرف بالکل ہی دھیان نہیں دیتا اور وہ طلاق بھی نہیں لے سکتی، وہ سمجھتی ہے طلاق کی صورت میں وہ کہاں جائے گی، بچوں کے سر پر باپ کا سایہ بھی نہیں رہے گا، کیونکہ بعض دفعہ مرد عورت کی طرف راغب نہیں ہوتا، مگر بچوں کا خیال رکھتا ہے، ایسے حالات میں عورت ہی کو عام طور پر مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور بچوں کے ذریعہ حالات کو بدلنے اور شوہر کو راغب کرنے کی کوشش کی

جائے اور اس طریقے سے کئی دفعہ بڑے فوائد حاصل بھی ہوئے ہیں اور بگڑتے گھر بن بھی جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ بہرحال صلح ہی میں خیر ہے سب سے پہلے اسی نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے معاملات حل کیا جانا چاہئے۔

یہاں پر ایک بات یاد رکھی جائے ایسے تمام خاندانی مسائل حل ہی ان ثالثین کے ذریعہ ہوا کرتے ہیں جن میں ایک طرف دنیوی سمجھ بوجھ اور دوسری طرف خاندان کو بچانے کی تڑپ بھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خود اسی سورت میں ثالث مقرر کرنے کی ترغیب دی ہے، یہ محض فتوے یا لکھی ہوئی کسی عبارت سے حل نہیں ہوتے اس لئے ایسی صورت جہاں پیدا ہو وہاں پر کسی سمجھدار ثالث کو مقرر کرلیا جائے جو معاملہ فہم بھی ہو۔

میں مانتا ہوں اور میرے تجربات بھی ہیں کہ تمام صورتوں کو اور تدابیر کو اختیار کرنے کے باوجود بعض دفعہ میاں بیوی کو الگ کر دینا ہی مسئلے کا حل نظر آتا ہو، وہاں بیشک ان کو ضرور جدا کر دینا چاہئے، پھر اسی میں خیر ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔

یہ بھی میرا تجربہ ہے اور میرا مشاہدہ بھی ہے کہ ربّ کریم نے خصوصاً عورت کو تو مرد کی حاجت سے مستثنیٰ ضرور کر دیا ہے کیونکہ وہ مرد کی

عدم توجہی کی وجہ سے بیچاری مظلومہ ہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کا مددگار اور حامی ہے۔

میرا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جب مرد عورت پر زیادتی کرتا ہے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے اس کے بچے اپنی ماں پر ہونے والی زیادتیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے باپ سے یقینی طور پر بدظن ہو جاتے ہیں کیونکہ میاں بیوی کی ناچاہتی کی صورت میں ہمیشہ یہی دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی ہمدردی اپنی ماں کے ساتھ ہی ہوتی ہے، باپ جوانی یا دولت کے نشہ میں اپنے کچھ اچھے دن نکال لیتا ہے، مگر شام ڈھلتے دیر نہیں لگتی جب وہ کمزور ہوتا ہے اس کے بچے کبھی اس کا ہاتھ نہیں تھامتے، اس وقت وہ اکیلا رہ جاتا ہے اور اس کی آخری زندگی انتہائی تکلیف میں گزرتی ہے، چاہے وہ ایک بیوی والد ہوتے ہوئے زیادتی کرے، چاہے دوسری بیوی کے ہوتے ہوئے کرے۔

ہم ان آیات مبارکہ میں بھی دیکھ رہے ہیں کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ:

اگر تم چاہو تب بھی بیویوں میں برابری اور عدل
نہیں کر سکتے''

اس فرمان کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی واقعی عدل پسند بھی ہو اور برابری کرنا بھی چاہے تو ایک سے زیادہ بیویاں بھی رکاوٹ

بن جائیں گی یا اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ مرد خود ہی اتنی سکت نہیں رکھتا ہو کہ عدل کر سکے دونوں ہی صورتوں میں خسارہ ہی ہے۔

بہتر صورت یہی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ نکاح سے پہلے ہی سوچ لیا کرے کہ مجھے ایسی شادی کرنا ہے جس کو آخری دم تک نبھانا ہے اور عورت کے گھر والے بھی یا عورت خود بھی ایسے مرد کا انتخاب کرے جو باوفا اور اچھے خاندان کا فرد ہو تا کہ اختلافات اور زیادتی کی صورت میں کوئی سننے والا بھی ہو۔

لمحہ فکریہ:

یہ ہے وہ مبارک طریقہ جو ہمیں قرآن مجید کے ذریعے ایک حکم کی صورت میں دیا گیا ہے جس قرآن کی تلاوت ہم دن رات کرتے ہیں اور اسے عطر ولوبان میں بساتے ہیں، آنکھوں پر لگا کر سر پر اٹھاتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو افسوس صد افسوس ہم ایک دفعہ بھولے سے بھی اللہ کی کتاب کو کھول کر نہیں دیکھتے، کیا قرآن مجید کے ساتھ ایسا برتاؤ ہمیں دنیا کی فلاح اور آخرت میں آگ سے نجات دلا سکتا ہے؟

بلکہ ہمارا انداز قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقے سے بالکل الٹا ہے۔ جہاں عورت سے کوئی معمولی غلطی سرزد ہوئی وجہ

چاہے کچھ ہی ہو دھڑام سے منہ پر ایک تھپڑ اور بات کچھ آگے بڑھتے ہی تین طلاقیں ایک ساتھ اور معاملہ صاف ہوگئی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام اور دوسرے ہی لمحے ہرا بھرا خاندان جہنم کا نمونہ۔ اب انصاف سے کوئی بتائے اس ساری تباہی کا ذمہ دار کون؟ مین تو یہ سمجھتا ہوں کہ کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے کا یہ پہلا عذاب ہے جو دنیا سے شروع ہو چکا ہے اور آگے ابھی جہنم کا عذاب باقی ہے۔

طلاق کا صحیح طریقہ یا قانونِ طلاق

الحمدللہ پچھلے صفحات میں ہم نے خاندانی زندگی کی اہمیت نکاح کے فضائل اور طلاق کو کسی ناگزیر حالات ہی میں دینے کے معاملے پر روشنی ڈالی تھی اور تقریباً پوری وضاحت کی تھی کہ طلاق کوئی کھیل نہیں جس سے بچے کھیلیں یہ ایک انتہائی ذمہ داری کا قدم ہے جس کے لئے انتہائی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔

اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طلاق دینے سے پہلے خاندانی زندگی کو بچانے کے لئے قرآن مجید نے جن تدابیر کو اختیار کرنے کے لئے ہمیں جو مشورے دیئے ہیں یا حکم دیئے ہیں ان سب سے گزر کر ہی کوئی بندہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اس کے علاوہ اگر طلاق دینے والا اللہ تعالیٰ کے وہ سارے ہی احکامات کو نظر انداز کر کے طلاق دے ہی ڈالے تو اس کو کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں اور معاشرہ بھی کن مسائل سے دوچار ہوتا ہے اس پر بھی ہم نے روشنی ڈالی ہے۔

لیکن اب ہم مسئلہ طلاق کی طرف آتے ہیں کہ طلاق دینے کا صحیح

طریقہ کیا ہے اور یہ بھی بتائیں گے کہ اس کا غلط طریقہ کیا ہے تا کہ اس مسئلے کی پوری وضاحت ہو جائے اور کسی کے پاس کہنے کو یہ حجت نہ رہے کہ میں نے یہ کام انجانے یا نادانی میں کیا ہے اور میرے پاس اس کی معلومات نہیں تھی۔ طلاق دینا ایک ذمہ دارانہ قدم ہے یہ غصے اور جذبات کا فیصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔

صحیح طریقہ طلاق:

① مرد اپنی اہلیہ کو ایام حیض میں طلاق نہیں دے سکتا کہ ایام حیض میں طلاق دینا سرے سے ہے ہی ناجائز لیکن اگر دیدیا تو واقع ہو جائے گی اس لئے طلاق حالت طُہر یعنی پاکی کی حالت میں دی جائے گی۔

② جب عورت حیض سے پاک ہو چکی ہو اور اس طہر یعنی پاکی کی حالت میں مرد نے اپنی بیوی سے قربت بھی نہ کی ہو اس صورت میں مرد اور عورت دونوں کو اس بات کا اطمینان رہے گا کہ اب عورت کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔

③ پھر مرد صرف ایک طلاق عورت کو، ان الفاظ میں دے کہ ''میں نے تجھے ایک طلاق دی'' اور اس پر دو گواہ بھی مقرر کر لے تا کہ اختلاف یا انکار کی صورت میں صحیح فیصلہ ہو سکے۔

عدّت کی اہمیت:

عدت کو شمار کرنے کی غرض سے جس وقت طلاق دی جائے اس وقت تاریخ بھی دونوں فریق نوٹ کرلیں کیونکہ طلاق کی عدت عام حالت میں تین دفعہ حیض کا آنا ہے اور حاملہ کو طلاق دی گئی ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے یعنی یا تو حمل گر جائے یا بچہ پیدا ہو جانے تک ہے۔

اور اگر ایسی عورت کی عدت جسے حیض کی عمر کو پہنچنے کے باوجود حیض نا آتا ہو یا وہ اس عمر کو پہنچ گئی ہو جب حیض آنا ہی بند ہو چکا ہو تو ان کی عدت تین قمری مہینے ہیں (یعنی اسلامی مہینے) اور اگر طلاق بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی دی گئی ہو تو پھر ایسی عورت پر طلاق کی کوئی عدت ہی نہیں۔

آپ نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ طلاق کے معاملے میں عدت کی کتنی بڑی اہمیت ہے کیونکہ ایک طلاق یا دو طلاقیں دینے کی صورت میں دورانے عدت مرد چاہے تو اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت ختم ہو جائے تو پھر وہ اپنے طور پر اپنی بیوی سے رجوع نہیں کرسکتا البتہ وہی میاں بیوی اگر چاہیں حلالے کے بغیر ایک دوسرے سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ (بقرہ:۲۲۸)

(مفہوم آیات) اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنی تئیں روکے رہیں، اور اگر وہ خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کا جائز نہیں کہ خدا نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں۔ اور ان کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق

(مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو
عورتوں پر فضیلت ہے۔ اور خدا غالب (اور)
صاحب حکمت ہے۔

یہ مندرجہ بالا سہولت ان کو دو طلاقوں تک حاصل ہے لیکن اگر مرد نے تین طلاقیں دے ڈالی ہیں تو وہ عدت کے دوران رجوع سے اور عدت گزر جانے کی صورت میں دوبارہ نکاح کرنے کی سہولت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـئًا اِلَّآ اَنۡ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۲۲۹ (بقرہ:۲۲۹)

(مفہومِ آیات) طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں اگر میاں بیوی کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا۔ اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔

یعنی ''طلاق کے دو موقع ہیں پھر یا تو بھلے طریقے سے (دوران عدت) رجوع کر لینا ہے یا پھر احسان کر کے عورت کو علیحدہ کر دینا ہے''

اور یہاں آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت نے طلاق بھی دینے کے لئے دو الگ الگ موقع دیئے ہیں اس لئے صحیح طریقہ یہی ہے کہ مرد اگر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ یک دم اپنے دونوں موقعوں کو ضائع نہ کر دے بلکہ صرف ایک ہی

طلاق دے اور اگر وہ بیوی کو واقعی اپنے سے جدا ہی کرنا چاہتا ہے تو اس کی عدت گزرتے ہی وہ بیوی اس سے الگ ہو جائے گی جو نتیجہ وہ ایک ساتھ دو یا تین طلاقیں دے کر حاصل کرنا چاہتا تھا وہ نتیجہ تو اس کو ایک ہی طلاق سے حاصل ہو جاتا ہے مگر ایک ہی طلاق کی صورت میں اسے مزید دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

① وہ عدت کے دوران چاہے تو اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے۔

② اگر عدت گزر بھی گئی تو پچھتاوے کی صورت میں وہ اسی عورت سے نئے مہر سے دوبارہ نکاح بھی کرسکتا ہے۔

یہاں پر ہم نبی کریم ﷺ سے مروی یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں جس میں ایک شخص کی، ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا ذکر، اور آپ ﷺ کی سخت ناراضگی کا ذکر ہے۔

محمود بن لبید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

''ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اس حال میں کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے؟

(آپ ﷺ کی ناراضگی دیکھ کر) ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور فرمایا (کیا میں ایسے شخص کو قتل

نہ کردوں) (نسائی کتاب طلاق)

اب دنیا کا وہ کون بے وقوف ہوگا جو ایک ساتھ تین طلاقیں دے کر اپنے آپ کو ان فوائد سے محروم کرے گا۔

اس لئے جب بھی طلاق دی جائے ''صرف ایک ہی طلاق دی جائے''

صحیح طریقہء طلاق کو سمجھ لینے کے بعد اب کچھ اور ہدایات طلاق ہی کے متعلق ہیں جن کو سمجھ لینا بھی انتہائی ضروری ہے یہ ہدایات قرآنی احکامات ہیں جن کو نظر انداز کرنا سخت گناہ اور کھلی معصیت ہے۔

① طلاق دینے سے پہلے شوہر نے وہ مال و متاع جو عورت کو مالک بنا کر یا گفٹ کے طور پر دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا وہ سب کچھ اب عورت کا ہے۔

② دوران عدّت وہ بیوی کو گھر سے نہیں نکال سکتا وہ عورت اسی گھر میں اپنی عدّت پوری کرے گی۔

اس حکم میں ایک عظیم مصلحت پوشیدہ ہے کہ اگر وہی میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں گے تو عین ممکن ہے ان کے رجوع کی کوئی صورت نکل آئے اور خاندان بکھرنے سے بچ جائے البتہ گھر سے نہ نکالنے کی ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ عورت کو مرد نے کسی کھلی بدکاری کی بنا پر طلاق دی ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ نہ شوہر ہی سے یہ

مطالبہ جائز ہے کہ وہ ایسی عورت کو گھر میں رکھے نہ ہی ایسی عورت کو گھر میں رہنے سے وہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جس مصلحت کے تحت گھر سے نہ نکالنے کی تلقین کی گئی تھی۔

عام حالت میں عورت کو بھی چاہئے کہ وہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کے گھر سے نہ نکلے۔ مزید یہ کہ اگر عورت حاملہ ہے تو وہ اپنا حمل ظاہر کر دے اور اس کو ہر گز نہ چھپائے قرآن مجید میں اس پر سخت تاکید آئی ہے۔

① حمل کے ظاہر کر دینے میں بھی عظیم مصلحتیں پوشیدہ ہیں ایک تو یہ کہ ہونے والا بچہ اس کی ماں کو طلاق ہو جانے کے باوجود اپنے والد کا وارث ہوگا۔

② مزید یہ کہ اگر حمل ظاہر کئے بغیر عورت گھر سے چلی گئی اور اس کا حمل بعد میں ظاہر ہوا تو بلاوجہ عورت پر الزام لگ سکتا ہے اور عین ممکن ہے مرد ہونے والے بچے کے نسب سے ہی انکار کر بیٹھے جس سے بڑے معاشرتی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

خلع:

جیسا کہ ہم نے مندرجہ بالا سطور میں باب طلاق کے تحت عرض کیا تھا کہ مرد طلاق دے دینے کی صورت میں اپنی بیوی سے اس

مال میں سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا جو وہ اسے ازدواجی زندگی کے دوران دے چکا تھا۔

البتہ ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ اگر مرد اور عورت اپنی ازدواجی زندگی میں حدود اللہ کا خیال نہ رکھ سکتے ہوں یعنی ان کا ازدواجی زندگی کو جاری رکھنا ناممکن ہو جائے لیکن مرد اپنی بیوی کو طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو اس صورت میں شریعت نے عورت کو یہ حق بھی دیا ہے کہ وہ مرد سے خلع کا مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں مرد طلاق کے بدلے اپنے دیئے ہوئے مال ومہر کی واپسی کا مطالبہ کرے تو باہم رضامندی سے دیا ہوا مال مرد واپس لے سکتا ہے۔

لیکن مرد اگر کسی طور پر بھی خلع یعنی عورت کو اپنے سے الگ کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور دونوں کا باہم ساتھ رہنا بھی ناممکن ہو جس کی ممکنہ چند صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً مرد اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہ دیتا ہو یا دینے سے عاجز ہو یا عورت کو کسی ایسے فعل پر مجبور کرتا ہو جو شرعاً حرام و ناجائز ہو یا وہ مجنون ہو یا نامرد ہو ایسی چند اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں جو کتب فقہ میں درج ہیں جن کو وہاں دیکھا جاسکتا ہے تو ان حالات میں عورت عدالت سے خلع کے لئے رجوع کرسکتی ہے ایسی صورت میں عدالت شوہر کو مجبور کرسکتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے لیکن اگر

مرد پھر بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو یا طلاق دینے کے قابل نہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی کو مرد کا قائم مقام سمجھ کر تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے لیکن ایک بات یہاں ضرور نوٹ کر لی جائے کہ عدالت اس معاملے کی پوری چھان بین کرے گی اس کے بعد ہی تفریق کا فیصلہ کرے گی خلع محض الزامات یا شک کی بنیادوں پر نہیں ہو سکتا۔

ایلا:

یہ ایک قرآنی اصطلاح ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بعض دفعہ مرد قسم کھا بیٹھتا ہے کہ میں اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا جس کی چار ممکنہ صورتیں ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

① مرد صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے مگر کوئی مدت مقرر نہ کرے۔

② مرد صحبت نہ کرنے کی چار مہینے کی قید لگا دے کہ میں چار مہینے تک عورت سے صحبت نہیں کروں گا۔

③ مرد چار مہینے سے زیادہ کی قسم کھا بیٹھے کہ میں اپنی عورت سے صحبت نہیں کروں گا۔

④ مرد چار ماہ سے کم کی قسم کھا بیٹھے۔

مندرجہ بالا چار صورتوں میں سے تین صورتوں کو شریعت میں ایلا کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار مہینوں کے اندر مرد اپنی

قسم توڑ ڈالے اور اپنی بیوی سے صحبت کر لے اور قسم کا کفارہ دے دے تو نکاح باقی رہے گا۔

لیکن اگر چار ماہ اسی حالت میں گزر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس کی بیوی پر قطعی طلاق پڑ جائے گی یعنی اب مرد کو رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔ البتہ اگر میاں بیوی راضی ہوں تو بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

رہی چوتھی صورت تو اس میں اگر مرد نے قسم توڑ دی تو کفارہ لازم آئے گا مگر نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قسم چار ماہ سے کم کی کھائی تھی۔

ظِہار

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے طلاق، ایلا اور خلع وغیرہ کا ذکر کیا تھا اب ہم یہاں ظِہار کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی شروع میں بعض مسلمان جب تک ظہار کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے، اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے تھے یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بجائے یہ کہہ دیتے تھے کہ تو میرے لئے میری ماں کے برابر ہے یا بیٹی یا بہن کے برابر ہے اور اس طرح کے الفاظ بول کر وہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر ہمیشہ کے لئے حرام تصور کرتے تھے اور اس کے لئے تقریباً یہ الفاظ استعمال کرتے تھے کہ:

اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ

یعنی تو میرے اوپر ایسی (حرام) ہے جیسی میری ماں۔

ان الفاظوں کو طلاق سے بھی زیادہ سمجھا جاتا تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ طلاق کے بعد تو رجوع کیا جا سکتا تھا یا دو طلاقوں تک اگر عدت گزر بھی گئی ہو اسی بیوی سے دوبارہ نکاح بھی کیا جا سکتا تھا مگر ماں بہن کہہ دینے کے بعد تو وہ اس بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام ہی سمجھ لیتے تھے اور بعد

میں پچھتاتے بھی تھے۔

زمانہ جاہلیت کی طرح آج بھی ناواقف مسلمان اپنی بیویوں کو غصے میں ماں بہن کہہ بیٹھتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لئے ان کو حرام سمجھ بیٹھتے ہیں اور کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ جس کو میں اپنی ماں، بہن یا بیٹی سے تشبیہہ دے چکا ہوں اس کو دوبارہ اپنی بیوی کیسے بناؤں ان ساری غلط فہمیوں کو دور کرنے اور آئندہ کی اصلاح کی خاطر سورہ مجادلہ نازل فرمائی گئی سورہ مجادلہ کے ذریعہ شریعت اسلامیہ نے اس رسم یا طریقے کار کو ناجائز ٹھہرایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے حق میں ایسی بات اپنے منہ سے نکالے، اور اسے بالکل لغو وجھوٹا کلام بھی قرار دیا اور فرمایا کہ:

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿٢﴾ (سورہ مجادلہ، آیت ٢)

(مفہومِ آیات) ''یعنی ان کی اس طرح بے ہودہ بات سے ان کی بیوی ان کی ماں نہیں بن جاتی ماں تو ان کی وہی ہے جس نے ان کو جنا ہے۔''

دوسری اصلاح یہ فرمائی کہ اگر کوئی جاہل یا ناواقف شخص ایسا کر ہی بیٹھے تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہو جاتی اس کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کی بھی صورتیں ہیں۔

مگر چونکہ اس نے نہایت ہی بے ہودہ کلام زبان سے نکالا تھا اور اللہ کی نافرمانی بھی کی تھی اور آئندہ کے لئے اس کو تنبیہ بھی کرنی تھی اس لئے اس کو سزا دینے کے لئے کچھ احکامات بھی سورہ مجادلہ میں نازل فرمائے گئے تاکہ آئندہ کے لئے وہ دوبارہ غلطی نہ کرے اور وہ سزا ایک کفارے کی صورت میں دی گئی اب بغیر کفارے کے وہ اپنی بیوی سے قربت نہیں کرے گا وہ کفارہ یہ ہے:

کفارہ:

① اس طرح کی لغو و بے ہودہ بات منہ سے نکالنے والے شوہر پر لازم ہے کہ بیوی سے دوبارہ قربت کرنے سے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے۔

② اگر غلام یا لونڈی میسر نہ ہو جس کا آج کل تصور نہیں تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔

③ اگر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی قوت بھی نہ ہو تو ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

(لیکن کھانہ کھلانے کے بدلے اگر چاہے تو ٦٠ ساٹھ مسکینوں کو فطرے کے برابر رقم بھی دے سکتا ہے)۔ اس کفارے کو ادا کرنے کے بعد ہی وہ اپنی بیوی سے قربت کر سکے گا اور اس کی بیوی بدستور اس کی بیوی رہے گی۔

ایک حقیقی ستم ظریفی: (گھر کی عورتوں کا نامناسب کردار)

ہم نے اپنی کتاب میں ان ہی اسباب پر کلام کیا ہے جو میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا سبب بنتے ہیں اور ان دونوں ہی کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنا ٹھیک رول ادا کریں تا کہ ازدواجی زندگی میں کسی قسم کی دراڑ نہ پڑے اور ایک اچھی نسل پروان چڑھے۔

خیر اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ ذمہ داری اصل میں تو ان دونوں ہی کی بنتی ہے مگر کچھ خارجی اسباب بھی ایسے ہیں جو تقریباً پورے مسلم معاشرے میں موجود ہیں جو میاں بیوی کے اختلافات کا سبب بنتے ہیں جن کے اثرات کو نظر انداز کسی صورت نہیں کیا جا سکتا ان اسباب پر بھی کچھ کلام کیا جائے۔

والدین اور دوسرے رشتہ داروں کا کردار:

یہ بات کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ہر نئی شادی اور اس کے خوشحال لمحات کے بعد اکثر نئے جوڑے میں اختلافات کی شروعات

شوہر کے گھر والوں کی طرف سے ہی ابتداء ہوتی ہے۔ میں کسی کے والدین یا صرف والدہ یا والد کو قصور وار نہیں ٹھہراتا مگر یہ واقعی ستم ظریفی ہے کہ ہمارے خاندانوں کی اٹھان کچھ اس ہی طرح ہوئی ہے، میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم اپنی عورتوں کی صحیح تربیت ہی نہیں کرسکے ہمیں ان کی ذہن سازی اسی وقت سے شروع کر دینی چاہئے جب بچیاں چھوٹی ہوں کیونکہ آگے جاکر ان ہی چھوٹی بچیوں کو بہو بھی بننا ہے اور ماں اور ساس بھی اگر ان کی صحیح ذہن سازی ہوئی ہوگی تو نند اپنی بھابھی کے لئے اور ساس اپنی بہو کے لئے پروبلام Problem نہیں بنیں گی۔ مجھے بے انتہا تعجب ہوتا ہے جب ساس بھی ایک عورت ہوتے ہوئے اپنی بہو کے لئے پروبلام بنتی ہے اور نند اپنی بھابھی کے لئے مسائل کھڑے کرتی ہے اور غضب بالائے غضب یہ کہ اس کو بھی اپنے سسرال میں ان ہی مسائل سے گزرنا پڑتا ہے اس طرح انصاف سے دیکھا جائے تو ایک طرح سے عورت ہی عورت کے لئے مسائل کھڑے کرتی ہے گھروں میں غیر ضروری مسائل پر بحثیں ہوتی ہیں مرد روز روز کی ٹک ٹک سے تنگ آتا جاتا ہے جو شادی سے پہلے اپنی ماں بہنوں کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہوتا ہے وہ اپنی بیوی پر زیادتی ہوتے دیکھ کر کڑھنے لگتا ہے اور دونوں طرف کی شکایتیں سنتے سنتے اس کے کان پکنے لگتے ہیں تو پھر وہ ماں بہنوں سے بدظن ہونے لگتا ہے۔ جب گھر اس

پوزیشن پر پہنچ جاتا ہے اس وقت گھر میں چاروں طرف سے یہ آواز اٹھنے لگتی ہے میرا بیٹا اپنی بیوی کے چکروں میں آ گیا ہے اور پھر پوچھنا کیا اس تحریک میں بہنیں خالائیں اور پڑوسنیں سب ہی شریک ہو جاتی ہیں اور یہ ساری عورتیں ہی ہوتی ہیں پھر وہ سب نئ آئی ہوئی دلہن کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اس وقت دیکھا جائے تو صحیح رول گھر کے مرد حضرات کا شروع ہوتا ہے مگر وہ دیوانے بھی اکثر اپنا رول بھول جاتے ہیں اب ہوتا یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر ہی رہتی ہے یا تو بیٹا تنگ آ کر ماں کا گھر چھوڑ دیتا ہے یا بیوی کو چھوڑ دیتا ہے یا پھر بہو کو اذیت والی زندگی گزارنا پڑتی ہے یہ ہے وہ سارا تماشا جو تقریباً ہر خاندان کو دیکھنا پڑتا ہے مگر ہر خاندان ساس اور بہو کی اس بے وجہ کی تکرار کو زندگی کی ایک ناگزیر حقیقت سمجھ کر برداشت کرتا چلا جاتا ہے۔

علاج درد:

میں مانتا ہوں کے ساس و بہو کے اختلافات واقعی زندگی کے ناگزیر حقیقتیں ہیں مگر دنیا میں کوئی درد یا بیماری ایسی نہیں جس کا علاج نہ ہو۔ اگر کسی درد یا بیماری کا علاج کلی طور پر نہ ہوسکتا ہو تو یہ تو ممکن ہی ہے کہ اس کی شدت کو کم کیا جاسکتا ہے میں یہاں چند باتیں یا مشورے اس نفسیاتی بیماری کو کم کرنے ہی کے لئے دینا چاہتا ہوں۔

① گھر کے سربراہ کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی بچپن سے ہی ذہن سازی کرے اور ان کے سامنے اچھی اور خوشحال ازدواجی زندگی کا عملی نمونہ بھی پیش کرے اور ان کو ایسے ماحول اور خاندانوں سے دور رکھے جہاں پر جہالتوں کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں خصوصی طور پر بیٹیوں کی اور بیوی کی ذہن سازی پر زیادہ توجہ دینی چاہئے کیونکہ آگے جاکر ان ہی کو گھر کے معاملات چلانے ہوتے ہیں، میں نے اکثر دیکھا ہے کہ گھر کا سربراہ جب اس گھر کے بچوں کی شادیاں ہوتی ہیں اس گھر کے ساس اور بہو کے معاملات سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اس گھر میں اس کی بیوی جو (اب) ساس کے رول میں ہے اور بیٹیاں کے جو (اب) نندوں کے رول میں ہیں من مانی کرنے دیتا ہے اور اسے تقریباً کہہ بھی دیا جاتا ہے کہ حضرت آپ عورتوں کے معاملات کو کیا سمجھیں یہ کام تو ہمارے ہیں اب جس گھر میں بھی گھر کا مرد سربراہ اس مشورے کو مان لیتا ہے پھر اس گھر کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔
پھر میں نے اکثر یہ بھی دیکھا ہے کہ اس گھر کے بیٹے اپنے والد ہی سے بدظن ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس گھر کو دو نقصان ہوتے ہیں جن کا یہ نادان گھر والے فوری طور پر اندازہ نہیں کر پاتے۔

② سب سے بڑا نقصان ساس کو ہوتا ہے کہ جو بچہ اس کے بڑھاپے کا

سہارا بننے والا تھا وہ اپنی ماں کو وقت سے پہلے ہی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

③ دوسری طرف والد اپنے بیٹے کو کھو بیٹھتا ہے جو کارزارِ حیات میں اس کا بازو بننے والا تھا۔

کیا یہ کوئی کم نقصان ہے؟

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم عقل کے ناخن لیں گھر میں آئی ہوئی اپنی بہو کو اپنی بیٹی سمجھیں اگر کبھی اس سے کوئی قصور بھی سرزد ہو جائے تو درگزر کرلیا کریں بیٹے کے سسرال سے کوئی مطالبہ نہ کریں بلکہ ان کی عزت کریں کیونکہ انہوں نے اپنی بیٹی جوان کے دل کا ٹکڑا ہے ہمیں دے دی پھر دیکھیں آپ کا بیٹا اور بہو آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں اور پھر آپ کا گھر دوسروں کے لئے بھی مثال بنے گا۔

کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکوں ہنس کر
کہ وہ بھی خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

قول

معیار پسندی بہت ہی اچھی چیز ہے۔ مگر جب معیار کا حصول ممکن نہ ہو تو بہترین طریقہ حقیقت پسندی ہے۔

رسم و راج

شادی اور بیاہ کے غلط رسم و رواج کو میں بچپن سے دیکھتا رہا اور کڑھتا رہا ہوں۔ ہر گھر اور برادری کا اپنا ایک رواج اور رسم ہے عورت ہی کو پستے دیکھا۔ یہ جاہلانہ رسم و رواج میں سب ہی نے اپنے ہاتھ کالے کئے ہوئے ہیں۔ کیا مذہب پرست کہ کیا جدید تعلیم یافتہ۔

منگنی

منگنی میں یہاں تک تو کوئی قباحت نہ تھی کہ دو خاندانوں کے اتفاق کے بعد لڑکے، لڑکی کا نکاح کرنا طے پا جائے برادری کی کچھ عورتیں اور مرد جمع ہوں آپس میں چائے پانی یا کھا پی لیں جس سے ایک طرح کی خوشی کی فضاء بھی قائم ہو جاتی ہے اور اس بات کا اعلان بھی ہو جاتا ہے کہ فلاں لڑکی، فلاں لڑکے سے منسوب ہو چکی ہے۔ منگنی کے دوران یا اس سے پہلے منگنی کے ارادے پر لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ بلکہ ضرور دیکھ لیں۔

مگر اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ اتنا ہو رہا ہے کہ اگر اس کو بند نہ کیا گیا تو پھر شاید اس آگ کو جب وہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی بجھایا نہیں جا سکے گا۔ آج کل منگنی کے بعد لڑکا، لڑکی اپنے منگیتر سے فون پر گھنٹوں بات کرتے ہیں اور بعض تو یہاں تک بے حیاء ہو چکے ہیں کہ منگنی میں ہی اپنی بیٹی کو منگیتر کے ساتھ گھومنے پھرنے بھیج دیتے ہیں۔ جب دو جوان بچے اس طرح تفریح کریں گے تو کیا کچھ

نہیں ہوسکتا۔ اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں۔ خود میرے اپنے علم میں ایسے کئی کیس آئے ہیں جس میں بچی منگنی کے بعد ہی حاملہ ہوگئی اور اس کے بعد منگنی بھی ٹوٹ گئی اور لڑکی کے گھر والوں کے لئے منہ تک چھپانے کی جگہ نہیں مل سکی اور نہ ہی پھر اس بچی کا کوئی رشتہ بن سکا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اب ہم کو کہیں تو لکیر کھینچنی ہوگی کہ ہم اللہ سے کتنی بغاوت کریں گے؟ ایک نامحرم لڑکے کے ساتھ اپنی بچی کو بھیجنا جو صرف ابھی تک اس لڑکے سے منسوب ہی ہے شرعاً تو حرام اور ناجائز ہے ہی، دنیاوی نقصانات بھی سامنے ہیں۔ یورپ میں جب سب سے پہلا بگاڑ آیا تو اس کی تاریخ اور عوامل بھی یہی تھے کہ منگنی میں لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو سمجھنے کے بہانے آپس میں ملتے تھے اور پھر لڑکا لڑکی کو خراب کردیتا تھا۔ اسی طرح جب اس خبیث کے منہ پر خون لگ گیا تو اب وہ منگنی کے بہانے ہر چراگاہ میں منہ مارتا چلا گیا اور جب یہ وبا عام ہوئی تو جو کچھ اس معاشرے کی خاندانی زندگی کا حال ہوا وہ اب سب کے سامنے ہے۔

تلاشِ رشتہ کا صحیح طریقہ

دوسری سب سے بڑی غلطی جو ہم لوگ کرتے ہیں وہ یہ کہ لڑکی کے رشتے کا انتظار کرتے ہیں اور اس انتظار میں کہ جب لڑکی کا رشتہ آئے گا تو ہم دیں گے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں لڑکیاں اس انتظار میں بوڑھی ہوگئیں۔ مجبوراً بہت سی لڑکیاں خود رشتہ تلاش کرنے میدان میں آئیں اور بہت سے فریب کاروں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئیں۔ چونکہ ہمارے ذہن میں یہ بٹھایا گیا ہے کہ لڑکا پہلے رشتہ بھیجے، اس لئے لڑکی کو بے پردہ کر کے باہر بھیجا گیا تا کہ اسے کوئی پسند کر کے رشتہ بھیجے۔ ایک غلطی کے بعد دوسری اس بڑی غلطی نے اور تباہی مچادی۔

صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ جس کو ضرورت ہوتی وہی رشتہ بھیج دیتا تو لڑکیاں اس تعداد میں بے بیاہی گھر میں نہ بیٹھی رہتیں۔ لڑکی کا رشتہ لے کر لڑکے والوں کے پاس جانا تو سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ جن کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

① قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔

② لوط علیہ علیہ السلام کی قوم میں جب خرابی آئی تو لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم برائی میں مت پڑو اور میری قوم کی بیٹیوں سے نکاح کر لو۔

③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں ایک کے انتقال کے بعد دوسری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور پھر دوسری کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عثمان! اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں تمہیں دے دیتا۔

④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بذاتِ خود اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نکاح کے لئے پیش کیا۔

ایسی بے شمار مثالیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد آنے والے امت کے بہترین لوگوں سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ آخری دور تک بھی ہمارے بزرگوں میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے لئے رشتے خود آگے بڑھ کر مانگنے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ یہاں پر اس مثال کو دینا بھی بے جا نہ ہوگا جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا تقویٰ دیکھ کر ایک شخص نے ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ قبول

کرنے کے لئے درخواست کی۔ یہ اور ایسی تمام مثالوں سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ رشتہ لڑکی کا ہو یا لڑکے کا ہو جس کسی کو ضرورت ہو وہ رشتہ مانگ لے۔ تقریباً مسلم معاشرے میں لڑکی کے لئے لڑکے کا رشتہ مانگنا معیوب سمجھا جاتا ہے اس کی کوئی دلیل قرآن و سنت میں نہیں ملتی بلکہ ایسے دلائل اور مثالیں موجود ہیں جس میں لڑکی کے لئے لڑکے کا رشہ مانگا گیا ہے۔ البتہ عرب معاشرے میں آج بھی لڑکی کا رشتہ پیش کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا جب تک ہم اپنی روش کو نہیں بدلیں گے اس وقت تک ہم یہ رونا ہمیشہ روتے رہیں گے کہ میں اپنی بیٹی کو کس طرح بیاہوں؟ کہ اس کا کوئی رشتہ ہی نہیں آرہا، اور اس انتظار میں اور محض اپنی جھوٹی انا کی خاطر سینکڑوں بلکہ ہزاروں لڑکیوں کی زندگیوں کو ہم نے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

جہیز اور مہر وغیرہ

قرآن وسنت کی تعلیمات نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی اور خیر خواہ قرار دیا ہے۔ بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آتا ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں کہ اگر جسم میں آنکھ دکھتی ہے تو پورا جسم پریشان ہوجاتا ہے۔ مگر آج کیا ہو رہا ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو نوچ رہا ہے۔ اس کی آبروریزی کرتا ہے اسے سرِ راہ رسوا کرتا ہے۔ پتہ نہیں ہمارا کیا ہونے والا ہے۔

شادی بیاہ کیا چیز تھی اگر لڑکے والوں کے پاس وسعت ہوتی تو وہ مکان وسامان وغیرہ لے لیتے اور غریب مسلمان بھائی کی بیٹی کو بیاہ کر لے آتے اور اگر لڑکی والوں کے پاس وسعت ہوتی تو یہ غریب لڑکے کو اپنی بیٹی دے دیتے، اور اپنی وسعت سے اسے برسر روزگار کر دیتے مگر افسوس اب ہم نے ایک ہی اصول بنالیا ہے کہ جو کچھ لینا ہے صرف لڑکی والوں سے ہی لینا ہے چاہے لڑکی والے بھیک مانگ کر لائیں یا چوری کر کے لائیں، اور کہیں کسی معاشرے میں لڑکے سے اس قدر مہر مانگا جاتا ہے کہ وہ اس مہر کی رقم جمع کرتے کرتے بوڑھا ہو جاتا ہے۔

ولیمہ

منگنی اور نکاح تک کے سارے مراحل میں اللہ اور رسول ﷺ کے طریقے کا کہیں نام و نشان نہیں ہوتا سوائے نکاح خوانی کے۔ باقی ساری رسمیں ہندوانہ اور جاہلیت کی یاد تازہ کر دیتی ہیں مگر شادی ہوتے ہی مسلمان کو ولیمہ کی سنت یاد آجاتی ہے اور اس سنت کو ادا کرنے کے لئے وہ وہ خرافات کئے جاتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ جو لوگ مالدار ہیں وہ تو اتنا اسراف کرتے ہیں اور اس قدر رقم خرچ کرتے ہیں کہ اس رقم سے دس بیس غریب بچیوں کا نکاح ہوسکتا ہے اور جو لوگ متوسط ہیں یا غریب ہیں وہ بڑوں کی دیکھا دیکھی قرض لے کر بھی ولیمہ کرتے ہیں جس میں ناچ گانے اور ویڈیو فلمیں ایک رکن کی حیثیت میں شامل ہوتی ہیں۔ ان ولیموں میں مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور غریب کو بھلا دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ۔۔

''بدترین ولیمہ کا کھانا وہ ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے''۔

(بخاری)

اور ایک جگہ فرمایا:

''بدترین ولیمہ کا کھانا وہ ہے جس میں ان لوگوں کو روکا جاتا ہے جو آنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو نہیں آنا چاہتے''۔ (مسلم شریف)

لمحہ فکریہ

دوسری سب سے بڑی کوتاہی جو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف لڑکے والے لڑکی والوں سے خوب دل کھول کر بلکہ میں یہ کہونگا کہ ظلماً بھی خوب خوب جہیز مانگ لیتے ہیں مگر دوسری طرف وہ لڑکی کو انتہائی مختصر مہر دیتے ہیں۔

حالانکہ حق تو یہ تھا کہ لڑکی کو زیادہ سے زیادہ مہر دیا جاتا مگر ایسا ہو نہیں رہا جو لمحہ فکریہ ہے اس پر بھی برادریوں کو ضرور سوچنا چاہئے۔

اس کتاب کی تیاری میں ہم نے کچھ اور کتب فقہ کے علاوہ خصوصی طور پر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے۔

طبع اوّل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰

طبع دوم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰

طبع سوم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰۰

پاکستان میں قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰ روپے

سعودی عرب میں قیمت ۔۔۔۔۔ 1 ریال

مؤلف کی دیگر تالیفات

صفات المومنین

تقسیم میراث کی اہمیت

حقیقتِ ہدایت

حقیقتِ توکل

حرمتِ شراب

وعدہ اپنا پورا کریں

سچوں کے ساتھ ہوجاؤ

قتل ناحق واحترامِ انسانیت

ان سنّتوں پر عمل کون کرے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش

Email: astmills@hotmail.com